تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اهل السنه
(۸)

محمد صغیر حسن معصومی

کسی رسول سے کسی فرشتے سے گناہ (نافرمانی) سرزد ہونے کا ذکر تک ثابت نہیں، ہاں بعض ایسے سلف سے اس طرح کی لغزش کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے بعض دینی فروع میں اختلاف کرنے میں ملامت نہیں کی جاتی، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرشتوں کے بارے میں زبان درازی کیوں کی جائے؟ اور مدد اللہ ہی سے ملتی ہے، اور اسی کی توفیق سے گناہوں سے بچنا ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے کہا: ''إنی جاعل فی الارض خلیفة قالوا أتجعل فیها من یفسد فیها و یسفك الدماء،، 'بیشک میں زمین میں اپنا ایک قائم مقام بنانے والا ہوں، فرشتوں نے عرض کیا: ''کیا اے اللہ: تو زمین میں ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو زمین میں خوں ریزی اور فساد برپا کریں گے۔،،

(بقیہ نوٹ)

حضور نے فرمایا! اے عمر واپس آؤ، بے شک تمہارا غصہ عزت ہے، اور تمہاری خوشی حکم، بے شک آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی نماز فرشتے ادا کرتے ہیں، وہ فلانے کی نماز سے بے نیاز ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: حضور! ان کی نماز کیسی ہے؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا البتہ فوراً جبریل آئے اور یہ کہا: اے اللہ کے نبی! آپ سے عمر نے آسمان والوں کی نماز کے متعلق پوچھا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں، تو جبرئیل نے کہا: عمر کو سلام کہئے، اور ان سے بیان کیجئے کہ سماء دنیا کے لوگ قیامت تک کے لئے سر بسجود ہیں، کہتے ہیں: سبحان ذی الملك و الملکوت، اور دوسرے آسمان والے قیامت تک کے لئے رکوع میں ہیں کہتے ہیں: سبحان ذی العزة و الجبروت، اور تیسرے آسمان والے قیامت تک کے لئے قیام میں ہیں کہتے ہیں: سبحان الحی الذی لایموت، اپنی تفسیر میں طبری نے اس حدیث کو اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''ونحن نسبحك بحمدك و نقدس لك،، کی تاویل بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے، اور ابو نعیم نے حلیہ میں طبری کے شیخ محمد بن حمید کے واسطے سے روایت کی ہے (ج ۳ ص ۲۷۷، ۲۷۸)' حدیث کا آخری حصہ الدرالمنثور میں مذکور ہے، دیکھئے جلد ۱ ص ۴۶ -

ایک جماعت کا خیال ہے کہ فرشتوں سے لغزش ہوگئی، ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قول (میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں) کے مقابلے میں یہ کہنا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ فرشتوں کی باتیں عتاب و سر زنش کی حامل تھیں، گویا فرشتے اللہ سے کہہ رہے ہیں: ''کیا آپ ایسا کرتے ہیں،، حالانکہ ہم ایسا کرتے ہیں، ان کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب اللہ کے فعل کا انکار کرنے والے تھے۔

اس مفہوم کی تائید میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول پیش کرتے ہیں: ''بیشک میں وہ جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے،، یعنی انتہائی جہالت میں اگر نہ ہوتے تو ایسے قول کا کہنے والا اپنے جیسے قول سے پرہیز کرتا، کیونکہ ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جس کو وہ خود نہیں جانتے۔

اسی طرح اس مضمون کی تائید اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیھم السلام کو امتحان میں مبتلا کرنے سے بھی ہوتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کے اسماء کے بارے میں سوال کرنے کے ساتھ فرمایا: '' اگر تم سب سچے ہو،،. اگر یہ پیشتر سے معلوم نہ ہوتا کہ یہ لوگ وعید کے مستحق ہیں تو ''انبئونی باسماء ہولاء،، کہنے کے وقت جملہ شرطیہ کے استعمال کا فائدہ متصور نہ ہوتا، کہ یہ تو بیخ و سرزنش کا مقام ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول: ''أتجعل فیھا من یفسد فیھا،، در حقیقت ابلیس کا قول ہے، اسی نے یہ قول پیش کیا تھا، اگرچہ یہ بات ساری جماعت کے نام کے ساتھ منسوب ہوئی کیونکہ جماعت کی جانب سے ایک فرد کا خطاب کرنا جائز ہے، اسی طرح جماعت کا ذکر کرکے ایک کو مراد لینا بھی جائز ہے۔ اگرچہ یہاں آیت پاک سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے فرشتوں کو خطاب کیا ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ''جب آپ کے پرور دگار نے فرشتوں سے کہا''۔

اللہ کا قول ہے : خبر دو مجھ کو، حالانکہ اللہ کو معلوم ہے کہ فرشتے علم نہیں رکھتے، اور نہ یہ قرین قیاس ہے کہ اللہ تعالی ان سے ایسا مطالبہ کرے گا جس کے متعلق یہ جانتا ہے کہ انہیں علم نہیں ہے۔

اگر فرشتے کوئی خبر بتکلف دیتے تو انہیں جھوٹ کا مرتکب کہا جاتا۔ تو یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کلام تو بیخ و تہدید پر مبنی ہے کیونکہ ان سے کوتاهی سرزد ہو چکی تھی۔

اس سے یہ بات بھی ظاهر هوجاتی ہے کہ ان فرشتوں کو اعتراف ہے کہ وہ انہی باتوں کو جانتے ھیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ (البقرة : ٣٣) ” الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوات والارض ،، (کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ آسمانوں اور زمین کی غایب چیزوں کو جانتاھوں)۔ اگر ایسا نہ ھوتا تو فرشتے غفلت سرزد ھونے پر تادیب و تنبیھہ کے مستحق نہ ھوتے، نہ اس کا کوئی مزید فائدہ ھوتا، کیونکہ کافروں اور اشقیا کی باتوں کا علم بھی اللہ سے مخفی نہیں، پھر بزرگوں اور نیکوں کی باتوں کا علم کیونکر اس سے مخفی رہ سکتا ہے۔

البتہ نیکوکار لغزش یا یاوہ گوئی کے وقت تنبیہ و توبیخ جیسے عتاب کے مورد ھوتے ھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”واتقوا النار التی اعدت للکافرین“ (ال عمران : ١٣١) اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتا ہے : ”إذا لا ذقناك ضعف الحیاة“ (الاسراء : ٧٥) تب تو ھم آپ کو ضرور دوگنی حیات چکھائیں گے،،۔ پھر اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے : ”ومن یقل منهم إنی إله من دونه،، (الانبیاء : ٢٩)،، ان میں سے کس نے یہ کہا کہ میں اس کے سوا ایک معبود ھوں ؟،،

آزمائش کے وقت فرمانبرداروں سے نافرمانی کا امکان فقہاء و حکماء کے نزدیک جایز ہے۔

ابتلا و آزمایش کی دلیل ان امور سے ظاھرھوتی ھے کہ کہیں ان کے لئے امن و خوف جیسے افعال کا ذکر ھے، کہیں اللہ کی عبادت کرنے کی تعریف کی گئی ھے، نیز الوھیت کے دعوی کی تقدیر پر ان کے لئے وعید آئی ھے۔ اگر ان کا فعل خیر و شر تک محدود ھوتا تو عبادت و طاعت کی بنا پر تعریف و مدح کا احتمال نہ رھتا، اور معصیت و نافرمانی کے ناممکن ھونے کی صورت میں ابتلا و آزمایش کی عظمت ظاھر نہ ھوتی، اور نہ اس کی بنیاد ھی ھوتی، کیونکہ طاعت تو نافرمانی سے بچنے کی صورت میں پائی جاتی ھے۔

نیز اللہ تعالی نے کہا ھے: ''لایعصون اللہ'' (التحریم : ۶) یہ فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، ایسا قول ان کے لئے نہیں سمجھا جاسکتا جو معصیت کے ارتکاب کا احتمال نہیں رکھتے۔

بنا بریں یہ بات ثابت ھوگئی کہ فرشتوں سے گناہ کا سرزد ھونا ممکن ھے، او اسی طرح ان کی عبادتوں اور فرمانبرداریوں کی قدر و اھمیت دوبالا ھوتی ھے، جو امتحان و آزمایش میں ڈالے جاسکتے ھیں ان سے لغزش، یاوہ گوئی، بلکہ معصیت (گناہ) سرزد ھوسکتی ھے، اور ھربلاء میں مبتلا ھو سکتے ھیں اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان باتوں سے بچائے۔ اور محفوظ رکھے، اور بچانا محض اللہ تعالی کا فضل و احسان ھے جس پر کوئی شخص فضل خداوندی سے پہلے حق نہیں جتا سکتا۔ اور نہ اس کا کوئی پیدا کردہ اس کو اپنے لئے لازم بنا سکتا ھے۔ تو ایسی آزمایش جایز ھے اور فرشتوں جیسے لوگوں سے لغزش سرزد ھونے سے یہ باتیں ظاھر ھوتی ھیں کہ مخلوق کے ساتھ امید نہ رکھی جائے۔ ناامیدی یقینی ھوجائے، گناھوں سے بچنے اور مدد چاھنے کے لئے اللہ تعالی کے لئے فارغ ھونے پر (لوگوں کو) ورغلایا جائے۔ کیونکہ ھزار کوئی شخص مقبول بارگاہ الہی ھو اور عظمت والا ھو اللہ کی فرمانبرداری کے لئے نہیں کھڑا ھو سکتا، طاعت شئے میں جبکہ یہ اس کے نفس کے سپرد کردیا گیا ھے کہ اللہ تعالی کے علم میں ھے کہ وہ کس

کے خلاف کو پسند کریگا، نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے خشوع و خضوع کریگا ہے، اور گریہ و زاری کرے گا۔

رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کی لغزشوں کا مفہوم اسی طرح واضح ہوتا ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) سے لغزش سرزد نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے ان کو لغزشوں سے محفوظ رکھا ہے، البتہ اللہ تعالی کا قول ''اتجعل فیھا من یفسد فیھا،، کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں : (۱) یہ جملہ سوال ہے، جب اللہ تعالی نے فرشتوں کو بتایا کہ یہ لوگ ایسا کریں گے۔ تو فرشتوں نے پوچھا : وہ کیسے یہ کریں گے ؟ اے اللہ : تو نے ان کو پیدا کیا، رزق دی، طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا۔ اور ہم لوگ، جب تونے ہمیں پیدا کیا، تیری تسبیح خوانی کرتے ہیں، اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں ؟۔

یا (۲) یہ مفہوم ہے کہ ان کی عقلیں کیونکر نافرمانی کر سکتی ہیں، کہ اے اللہ! ان پر تیری نعمتوں کا بڑا احسان ہے،، اور ہم فرشتوں کے گروہ میں عقول ہمارے خلاف ایسی باتوں کو نہیں سمجھتیں ہیں۔

اللہ تعالی نے جواب دیا : ''بیشک میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جس کو تم لوگ نہیں جانتے۔ (انی اعلم مالا تعلمون۔)

یعنی میں ان کو آزمایش میں ڈالوں گا، ان پر شہوتوں کو غالب کردوں گا، جن کی وجہ سے طرح طرح کی غفلتوں میں پڑ جائیں گے کہ ان کا جاگنا دشوار ہوگا، ان کے دشمن بکثرت ہوں گے، اور خواہشات نفسانی کا غلبہ ہوگا ، یہساری باتیں اس وقت ہوں گی، جب کہ ان کی آزمایش بڑی ہوگی۔

یہ وجہ اس سوال کی بنا پر (قابل فہم) ہے کہ آخر ایسے لوگوں کے پیدا کرنے میں جو اللہ کی نافرمانی کریں گے حکمت کیا ہے ؟

اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ وہ ان باتوں کو جانتا ہے جن کو تم لوگ نہیں جانتے۔ کیونکہ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ کے دوست کون ہیں اور دشمن کون، اور یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو محتاج ہونے یا اپنی کسی منفعت کی وجہ سے نہیں پیدا کرتا ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اپنے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو پیدا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ بعض لوگ دوسروں سے عبرت و نصیحت حاصل کریں، نافرمانوں کی سزا و وعید دوسرے لوگوں کے لئے تنبیہ، سرزنش اور نصیحت ہوتی ہے، اور ان سے دوسرے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں ،

اس آیت کی دوسری تعبیر یوں کی گئی ہے کہ اللہ تعالی کا قول : ''أتجعل فیھا،، استفہام انکاری نہیں بلکہ جملے کا مفہوم ایجابی ہے، مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو یہ کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کے پیدا کرنے سے تجھ پر کوئی الزام نہیں جو تیرے حکم کو نہیں مانتے اور نہ ان کے نہ ماننے سے تجھکو کوئی ضرر پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ ان لوگوں کے پیدا کرنے میں جو فرمانبردار ہیں تیرا کوئی فائدہ ہے، تیری تعریف اس بات سے ارفع و اعلی ہے کہ تیرا فعل کسی ضرر یا نفع کے لئے ہو۔

(همزۂ استفہام کے ایجابی استعمال کی مثالیں بیان کی جاتی ہیں) اثبات کے مفہوم کی مثال اللہ تعالیٰ کی یہ آیت ہے : ''أفی قلوبھم مرض ام ارتابوا ام یخافون ان یحیف اللہ (سورۃ النور: ٥٠) کیا ان کے دلوں میں مرض ہے، یا شک میں مبتلا ہیں، یا ڈرتے ہیں مبادا اللہ تعالی ظلم نہ کرے، یہاں استفہام اثبات کے لئے ہے، یعنی ان کے دلوں میں مرض ہے ، شک میں مبتلا ہیں، اور اللہ کی پکڑ سے ڈرتے ہیں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ الف زائد ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس" (سورۃ القصص: استشهاد "أترید ان تقتلنی ہے "أترید،، سہواً ساقط ہوگیا ہے) مطلب یہ ہے کہ "اے موسی تم چاہتے ہو کہ مجھ کو قتل کردو جیسا کہ تم نے ایک شخص کو گذشتہ کل قتل کر دیا،، دوسری آیت ہے: "ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین ،،(سورۃ فصلت: ۹) (بیشک تم لوگ البتہ اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دلوں میں پیدا کیا)۔ دونوں آیتوں میں 'انکم' اور 'ترید' مقصود ہے، یہ مفہوم آیت کے اول معنی کی طرف راجع ہے۔

اور (امام ماتریدی نے) فرمایا، اللہ تعالی کے قول: "إنی اعلم مالا تعلمون" کا مطلب یہ ہے (اللہ تعالی نے فرشتوں کو فساد برپا کرنے والوں کی خبر دی تھی، ان انسانوں میں رسولوں اور نیکوکاروں کے متعلق کوئی خبر نہیں دی تھی) کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے، کہ ان میں نیکوکار ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تذکیر کی غرض سے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان فرشتوں کو خبر کردیجئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیسی نعمت دی ہے یعنی فرشتوں کو وہ اسماء، بتادیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے،

فرشتوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ بشر یعنی انسان میں ایسی صفت ہے جس کے نور کے پیدا کئے ہوئے لوگ محتاج ہوں گے۔ یعنی وہ صفت جس کی وجہ سے ساری اشیاء سے پردے اٹھ جائیں گے اور ساری چیزیں روشن اور واضح ہو جائیں گی۔ پھر یہ نور کے پتلے علم حاصل کرنے میں ایسے شخص کے محتاج ہوں گے جو پانی مٹی سے بنا ہوا ہے، کہ دونوں میں شر و ظلمت تیرگی و تاریکی ہے۔

غرض اللہ تعالی نے انہیں سمجھا دیا کہ یقین کرلیں کہ اشیاء کے

علم و معرفت کا طریقہ 'خلقت، (پیدا کرنا) نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بڑا احسان ہے جس کو عطا کرتا ہے، اور کسی چیز کے حاصل کرنے یا کسی چیز سے بچنے کی قوت اللہ ہی کی دی ہوئی ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کچھ فرشتے عتاب کے مستحق تھے کہ ان کے دل پر یہ بات گذری، گو انھوں نے لغزش و عصیان کا ارتکاب نہیں کیا۔ لیکن ایسی خفیف حرکت پر بھی جو معصیت تک نہیں پہنچتی انہیں عتاب کیا جاتا ہے، کہ ان کی شان بہت بلند ہے اور ان کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔

چنانچہ بعض باتوں پر حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام بھی مورد تنبیہ ہوئے، حالانکہ ان سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی تھی، مثلاً اللہ تعالیٰ کافرمان ہے : ''عفا اللہ عنك،،الخ (سورۃ التوبۃ : ۴۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کیا۔ نیز ''ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم'' (سورۃ النساء : ۱۰۷) ان کے بارے میں مجادلہ نہ کیجئے جو اپنے نفسوں میں خیانت کرتے ہیں، نیز ''واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ'' (سورۃ الاحزاب : ۳۷) (جب آپ اس سے کہہ رہے تھے جس کو اللہ تعالی نے نعمت دی) حالانکہ اس میں کوئی گناہ نہ تھا، اسی طرح اللہ نے کہا ہے : ''یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك'' الآیۃ (سورۃ التحریم کی ابتداء) اے نبی آپ کیوں اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں، ان آیات میں ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عصیان و نافرمانی سرزد نہیں ہوئی، اسی طرح فرشتوں کے بارے میں سمجھنا چاہئے۔

کچھ لوگوں نے اس بارے میں کلام کیا ہے کہ فرشتوں کے قول کا مفہوم کیا ہے ؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کو یہ ظن تھا کہ وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت و کرامت والے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان پر فضیلت نہ دیگا۔